© rasailojaraid.com

معاشرتی بدامنی کے معاشی اسباب کا تحقیقی مطالعہ

حصہ اول

از ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ
بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

معاشی مسئلہ انسانی زندگی میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے، یہ مسئلہ پہلے انسان کے لیے اتنا اہم نہیں تھا جتنا آج کے انسان ک لیے ہوگیا ہے۔ اس مسئلے کی وجہ سے معاشرے میں عجیب سی کشمکش پائی جانے لگی ہے کیوں کہ زندگی کا بنیادی فلسفہ واخلاق اور تمدن ومعاشرت کا سارا نظام تقریبا معیشت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ معاشی کارگزاریاں، معاشی ترقی، معاشی توسیع وغیرہ جدید معاشروں کی بنیادی دلچسپیوں کا مرکز ہیں۔ اس لئے معاشی مسائل کو ماہرین کل مسئلہ زندگی قرار دے رہے ہیں۔ جس کی بنا پر آج کا معاشرہ معاشی بدامنی کی عکاسی کررہا ہے۔

"باقر الصدر" کہتے ہیں کہ:

"اقتصادی کشمکش انسان کے ذہن کو کس درجہ انحطاط تک پہنچادیتی ہے اور اس کے افکار ونظریات میں تغیر پیدا ہوجاتا ہے۔۔۔ معاشی اعتبار سے خوشحال انسان کی زبان وفکر اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتی ہے اور معاشی بدحالی کے شکار انسان کی زبان وفکر اور۔''(۱)

نظام معیشت میں بدامنی کی صورتحال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب خود غرضی حد اعتدال سے بڑھ جاتی ہے اور پھر دوسرے رذائل اخلاق سے یہ مزید پیچیدہ صورتحال اختیار کرلیتی ہے۔ یہاں تک کہ پورے معاشی نظام کو خراب کر کے زندگی کے باقی شعبوں میں بھی اپنا زہریلا اثر پھیلا دیتی ہے۔

ہر شخص کی ایک انتہائی عمر ہوتی ہے اور انسان کے نشو ونما کا زمانہ تقریباً چالیس سال تک رہتا ہے اس کے بعد کچھ دنوں تک یہ نشو ونما رک جاتی ہے اور پھر انحطاط کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ تمدن کا بھی یہی حال ہے۔ جب لوگوں کو دولت وثروت کی فراوانی حاصل ہو جاتی ہے تو وہ فطرتاً ان کو تمدنی ساز وسامان کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ اس لئے ان کے کھانے پینے۔ رہنے سہنے، اور اوڑھنے کی تمام چیزوں میں رنگینی پیدا ہو جاتی ہے اور خود غرضی، تنگ نظری، بد اندیشی، بخل، حرص، بددیانتی اور نفس پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کا مقصد حیات صرف یہ بن جاتا ہے کہ اصلی ضرورت سے زائد جو وسائل معیشت انھیں ملتے ہیں ان کے صحیح ومعقول مصرف صرف دو ہیں ایک یہ کہ ان کو اپنی آسائش، آرائش، لطف اور تفریح میں صرف کردو، اور دوسرے یہ کہ ان کو مزید وسائل معیشت پر قبضہ کرنے کے لیے استعمال کرو، اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشرہ طبقات میں تقسیم ہو جاتا ہے اور شدید معاشی مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے اور معاشی مشکلات انسان کے دل ودماغ کو معطل کر کے رکھ دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں باہمی چپقلش کے واقعات عام ہو جاتے ہیں جو کہ خطرناک بحران کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

جو معاشی اسباب معاشرتی بدامنی کا سبب بنتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ا۔ تقسیم دولت میں عدم مساوات:

معاشرتی بدامنی کا ایک اہم سبب تقسیم دولت میں عدم مساوات ہے، اس سے نہ صرف معاشرتی برائیاں پیدا ہوتی ہیں بلکہ ملک میں سرمایہ کاری کی رفتار بھی سست پڑ جاتی ہے۔ امراء اپنی دولت عیش و عشرت میں اڑا دیتے ہیں اور ایک بڑے طبقے کی آمدنی کم ہونی وجہ سے سرمایہ کاری کے لئے کچھ نہیں بچتا۔ ایک طرف چند زمیندار، صنعت کار اور تاجر ہیں جن کے پاس ملکی دولت کا 70% ہے اور دوسری طرف معمولی کسان، مزارع، کلرک، دکاندار، دستکار اور مزدور ہیں جو بمشکل زندگی کے دن پورے کرتے ہیں۔

غیر مساوی تقسیم دولت کی کئی وجوہات ہیں۔ مختلف افراد کی قدرتی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ان صلاحیتیوں کے باعث ان کی آمدنیوں میں بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ ذرائع آمدنی کی تقسیم نہایت غیر مساوی ہے۔ جن افراد کے ذرائع زیادہ ہیں، ان کی دولت دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں اور ان ذرائع سے محروم یا کم ذرائع والے طبقے کو یہ مواقع میسر نہیں۔ ان افراد نے تجارت وصنعت پر بھی اپنی اجارہ داریاں قائم کی ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باقی لوگوں کے آگے بڑھنے کے مواقع کم ہیں۔ ایک وجہ سماجی اداروں کا ناموافق ہونا ہے کہ دولت کے حصول کے لئے ہر قسم کے جائز و ناجائز طریقوں کو بروئے کار لاتے ہیں اور دیگر سماجی برائیاں بھی ان وجوہات میں شامل ہیں۔

"اس فرق کی وجہ کچھ تو قوم کے ان دونوں طبقوں کے رہنے سہنے کے طریقوں اور تعلیم کا اختلاف ہے اور کچھ ان کے شغل اور اس کے مناسب حال ذرائع کا اختلاف" (۲)

سید اسعد گیلانی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"گزشتہ ایام میں ہماری قوم گھسٹ گھسٹ کر اسلامی بھائی چارے کے مقام اخوت سے گر کر طبقاتی نفرت کے قریب آ پہنچی ہے۔ اس درمیانے طبقے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چند قابل قدر کارگزاریاں اور خوبیاں بلاشبہ موجود ہیں لیکن اوپر کا طبقہ جو بگاڑ کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے اور جس کے پاس ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کا فارمولا ہی زندگی کا مشن ہے، وہ بدترین بگاڑ کا شکار رہے۔ نچلہ طبقہ جو بعض صورتوں میں درمیانہ طبقہ سے زیادہ مالی کشادگی رکھتا ہے، ایک طرف حرص ولالچ کی رو میں دوسری طرف احساس محرومی کی شدت میں اور تیسری طرف بدترین سامراجی افسر شاہی کی نفرت میں اور چوتھی طرف اسلامی تعلیمات سے بے خبری کے نتیجے میں سخت انتقامی اور جذباتی رد عمل کا شکار ہو گیا ہے'' (۳)

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''جس چیز ان خرابیوں کی پیدائش کا ذریعہ بنایا وہ یہ تھی کہ جو لوگ فطری اسباب سے بہتر معاشی حیثیت رکھتے تھے وہ خود غرضی، تنگ نظری، بد اندیشی، حرص، بد دیانتی اور نفس پرستی میں مبتلا ہو گئے، شیطان نے انھیں یہ سمجھایا کہ تمھاری اصل ضرورت سے زائد جو وسائل معیشت تمھیں ملتے ہیں اور جن پر تمھیں مالکانہ حقوق حاصل ہیں، ان کے صحیح اور معقول مصرف صرف دو ہیں۔ ایک یہ کہ ان کو اپنی آسائش، لطف، تفریح اور خوش باشی میں صرف کردو، دوسرے یہ کہ ان کو مزید وسائل معیشت پر قبضہ کرنے کے لئے استعمال کرو اور بن پڑے تو انہی کے ذریعے سے انسانوں کے خداوران داتا بھی بن جاؤ۔ اس شیطانی تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ دولت مندوں نے جماعت کے ان افراد کا حق ماننے سے انکار کر دیا جو دولت کی تقسیم میں حصہ پانے سے محروم رہ جاتے ہیں یا اپنی اصلی ضروریات سے کم حصہ پاتے ہیں انہوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بالکل جائز سمجھا کہ ان لوگوں کو فاقہ کشی اور خستہ حالی میں چھوڑ دیا جائے''

(۴)۔

تقسیم دولت میں عدم مساوات کی وجہ سے اور پھر اس طرح کے رویوں سے کئی افراد جرائم پیشہ بن جاتے ہیں۔ رذائل اخلاق میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر بیمار ذہن اور بیمار جسم کی وجہ سے ان کی ذہنی اور جسمانی وقتیں اس قابل نہیں رہتیں کہ وہ معاشرے کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

تہذیب وتمدن کے ارتقاء میں اسی وجہ سے وہ پیچھے رہ جاتے ہیں اور بحیثیت مجموعی سارا معاشرہ ہی اس سے نقصان اٹھاتا ہے جس میں دولت مند بھی شامل ہیں۔

''حضرت امام شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بھی اقتصادی بدحالی اور معاشی اونچ نیچ عوام کی اخلاقی پستی اور بربادی کا سبب بنتے ہیں'' (۵)۔

۲۔حق ملکیت سے محرومی:

حق ملکیت سے محرومی امن کی راہ میں بھی رکاوٹ ہے اور یہ فطرۃ معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔ معاشی ترقی کا دارومدار شخصی منفعت کا جذبہ ہے، معاشی ترقی جوش عمل ومحنت سے پیدا ہوتی ہے جس کے لئے۔ انسانی فطرت میں محرک اس کی شخصی ملکیت اور شخصی منافع اور فوائد میں اضافہ ہے، انسانی فطرت ہے کہ انسان اگر کسی شے کے لئے یعنی اس کے حصول کے لئے محنت کرتا ہے اور وہ اس کی ملکیت میں آجائے تو پھر ملکیت حاصل ہونے کے بعد اور زیادہ جذبے سے کام کرے گا، اور اپنی اس ملکیت میں اضافہ کرنے کے لئے زیادہ محنت کرے گا لیکن اگر ذرائع معاش بذریعہ محنت کمائی ہوئی دولت پر حکومت یا ریاست یا کسی فرد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا قبضہ ہو تو وہ فرد تعمیل حکم میں محنت تو کریگا مگر یہ محنت اس رضا کارانہ محنت سے کم ہوگی جو جذبہ اضافہ ملکیت کے تحت ہوا۔ خواہ محنت کرنے والا کے لئے حکومت کی طرف سے یا اس فرد کی طرف سے ضروریات حیات کا انتظام ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ ضروریات حیات کا جذبہ اکتساب دولت اور معاشی جدوجہد کا اصلی محرک نہیں بلکہ اصلی محرک جذبہ ذاتی ملکیت اور پھر اضافہ ذاتی ملکیت ہے۔

> ''انسان کی ازادی غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے اور اس آزادی پر ہی وہ آدمیت کے نشو ونما کی ساری عمارت تعمیر کرتا ہے۔ معاش کے ذرائع دو وسائل میں شخصی ملکیت کا حق اس سے چھین لیا جائے اور تمام وسائل معاش پر اجتماعی ملکیت قائم کردی جائے تو انفرادی آزادی لازماً ختم ہو جاتی ہے کیوں کہ اس کے بعد تو معاشرے کے تمام افراد اس ادارے کے ملازم بن جاتے ہیں جس کے ہاتھ میں پوری ملکیت کے وسائل معاش کنٹرول ہو''(۶)۔

جس طرح انسان معاشرے میں اپنے کپڑے، برتن، فرنیچر اور دیگر اشیاء پر ملکیت رکھتا ہے اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ وہ زمین، مشین اور کارخانہ رکھنے کا بھی مجاز ہو مگر اس کے پاس اتنے ذرائع نہیں ہیں۔ اگر ذرائع ہیں تو جس قسم کا معاشرے میں نظام بن چکا ہے اس حوالے سے ملکیت کا نظام کافی پیچیدہ بن چکا ہے۔ بعض افراد تو ملکیت رکھتے ہوئے بھی اس پر تصرف کا حق نہیں رکھتے کیوں کی ان کی ملکیت پر قبضہ کسی دوسرے کا ہوتا ہے اور وہ صحیح معنوں میں حق ملکیت سے محروم ہوتے ہیں۔ اس طرح کی ملکیت کے حصول کیلئے معاشرے میں لڑائی، جھگڑے، قتل وغارت، تشدد اور احتجاج عام سی بات بن چکا ہے۔ حق دار کو اس کا حق نہیں ملتا کیوں کہ حقدار بعض اوقات اتنا کمزور ہوتا ہے کہ وہ حق لینا نہیں جانتا کیونکہ کم عمری کی وجہ سے اسے ان باتوں کا ادراک نہیں ہوتا اور جب وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنا حق لے تو اسے حق دیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں جاتا بلکہ اسے چھیننا پڑتا ہے اس کے لئے بعض تو قانون کا سہارا کے لیتے ہیں مگر بعض افراد قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ جس سے کئی معاشرتی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں کیونکہ محرومی کا احساس انسان کو بہت زیادہ حساس بنا دیتا ہے اور وہ اپنی اس محرومی کا بدلہ معاشرے سے لیتا ہے، متعلقہ لوگوں سے لیتا ہے جس سے معاشرے میں انتشار پھیل جاتا ہے اور سارا معاشرہ اس انتشار کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔

۳۔ حق وراثت سے محرومی:

حق وراثت سے محروم کر دینا معاشرے میں بہت بڑا فساد کا باعث بنتا ہے۔

وراثت سے مراد وہ مال و جائیداد ہے جو ایک گھر کا سربراہ وفات پانے کے بعد اپنے بچوں اور رشتہ داروں کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس پر سب بچوں اور رشتہ داروں کا حق ہوتا ہے۔ اس طرح وہ مال جو ایک شخص کی زندگی میں یکجا ہو کر مرتکز ہو گیا ہوتا ہے وہ اس کے مرنے کے بعد مرتکز نہ ہو بلکہ وہ اس کے قرابت دارو؛ں میں پھیل جائے۔ یہ ایک غیر اختیاری انتقال ملکیت ہے جس میں مرنے والے کے ورثاء اس ملکیت کا حق دار ہوتے ہیں اس میں تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد شامل ہوتی ہے۔ وراثت میں ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، بیوی سب حصہ دار ہوتے ہیں اور اگر یہ رشتہ نہ ہوں تو پھر قریبی رشتہ دار چچا وغیرہ ہوتے ہیں۔ اسلام میں عورت کو بھی وراثت میں حصہ دار بنایا گیا ہے مگر افسوس عورت کو وراثت میں بالکل حصہ نہیں دیا جاتا ہے اور زیادہ محروم اس حق وراثت سے عورت ہی رہتی ہے اور معاشرے کے رائج کردہ قوانین کو دیکھ کر بیٹی کو بجائے وراثت میں حصہ دینے کے اسے جہیز کے نام پر اشیائے ضرورت دے دی جاتی ہیں اور حق وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور یوں جہیز کے نام پر عورت کو ٹرخا دیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے عورت کے دل میں اپنے گھر والوں اور بھائیوں کے لیے مخالفت پیدا ہو جاتی ہے اور عورت دباؤ میں آ کر اگر وراثت کا مطالبہ بھی کرتی ہے تو اسے سوائے جھگڑے فساد کے اور کچھ نہیں ملتا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یوں مزید لڑائیاں بڑھ جاتی ہیں۔

حق وراثت سے محروم فرد معاشرے میں معاشی ترقی میں بھی اہم کردار ادا نہیں کرتا کیوں کہ بعض افراد اتنی جائیداد اور کاروبار چھوڑ کر مرتے ہیں کہ ان کا وارث خود بخود معاشرے میں ان کے بعد بہت اونچی حیثیت کا مالک بن جاتا ہے اور معاشی ترقی کا اہم موجب بنتا ہے اور اس کی عدم موجودگی سے انسان کا معاشی رتبہ نہیں بڑا نہیں ہوتا اور وہ اسی جگہ پر رہتا ہے جہاں پر وہ تھا یعنی وراثت معاشی ترقی کا سبب بھی بنتی ہے۔ وراثت کے ساتھ وصیت بھی آتی ہے۔ اسلام میں وراثت کے قوانین کے خلاف وصیت کرنا منع ہے اس سے معاشرے میں فساد پھیلتا ہے۔

کسی کا حق غصب کرنا اور یا مرنے والے سے وصیت کا تقاضا کرنا معاشرہ میں لڑائی جھگڑے کا سبب بنتا ہے، وصیت میں بعض اوقات بعض مخصوص لوگوں یا اولاد میں سے مخصوص بچوں کے نام جائیداد کی منتقلی کر دینا اور باقی بچوں کی حق تلفی کرنا پایا جاتا ہے۔ معاشرے میں جائیداد کے حصول اور منتقلی کی خاطر کئی قتل، اغوا اور چوری ڈاکے کے واقعات ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں ۔یتیم بچوں کی حق تلفی ان کی جائیداد پر دوسرے رشتہ داروں کا قابض ہونا معاشرے میں عام بات ہے۔ یہی بچے بالغ ہونے پر اپنی جائیداد کا جب تقاضا کرتے ہیں تو لڑائی جھگڑے بڑھ کر قتل وغارت بن جاتے ہیں۔حق وراثت سے محرومی کی دوسری صورت اولاد میں سے ایک کو جائیداد کا کل وارث بنا دینا اور دوسرے کو کچھ نہ دینا بھی ہے۔ محروم رہ جانے والا غصے میں اس بات کا بدلہ اپنے بھائی سے لیتا ہے اور اس جھگڑے میں ایک قتل یا دونوں قتل ہو جاتے ہیں یا ایک قتل اور دوسرا ہمیشہ کیلئے جیل کی سلاخوں میں بند ہو جاتا ہے اور نتیجتاً اس کے بچے اور خاندان والے مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں اور معاشرہ کی مشکلات میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔غربت وافلاس:

بدامنی اور غربت کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔فقر وفاقہ اور غربت وافلاس ایک مصیبت ہے جوتقریباً تمام برائیوں کی جڑ ہے۔تنگ دستی انسان کے عقیدہ وایمان کو آزمائش میں ڈال دیتی ہے۔

> ''فقر وفاقہ کے پیدا کردہ انحراف عقیدہ وایمان کے پیش نظر ہی بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ جب فقر وفاقہ کسی علاقے کا رخ کرتے ہیں تو کفر اس سے کہتا ہے کہ مجھے بھی ساتھ لے چل''(۷)۔

غربت انسان کے فکر وفہم ، اخلاق وکردار کو تباہ کردیتی ہے عسرت وتنگ دستی عائلی زندگی کے لیے بھی کئی پہلو سے خطرناک ہے۔پاکستانی معیشت کے اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ گزشتہ چار دہائیوں میں حالات وواقعات کی کاری ضرب سفید پوش اور درمیانے طبقے پر پڑی ہے جو غریب ہوگیا ہے۔

> ''اقتصادی رپورٹ کے مطابق جس میں پاکستان میں موجودہ غربت کا جائزہ لیا گیا، ملک میں گروتھ کی کمی افراط زر میں اضافہ۔ بے روزگاری، اور 1990ء میں سوشل سروسز میں کمی نے ایسے حالات پیدا کردیئے ہیں کہ غربت کا بم کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔1960ء میں صرف 19 ملین افراد غربت کی سطح سے نیچے زندگی بسر کررہے تھے۔۱۹۸۰ء تک یہ تعداد 34 ملین تک پہنچ گئی 1990-1995ء تک یہ تعداد 42 ملین اوراب یہ تعداد ملک کی کل آبادی کی تیس فیصد تک پہنچ چکی ہے۔رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

> سے غربت کے خاتمے کے لئے گزشتہ کئی دہائیوں سے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا گیا۔ حیرت یہ ہے گزشتہ پچاس سال میں امیر اور غریب کے درمیان حائل خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی۔ ہر روز معاشی حالات سے تنگ آ کر خودکشی کرنے والے کسی نہ کسی شخص کی خبر اخبار میں چھپتی رہی ہے جب کہ یہ ان افراد کے لئے بھی لمحہ فکریہ ہے جو دولت میں کھیل رہے ہیں''(۸)۔

غربت کا عفریت اس معاشرے میں نیا نہیں ہے۔ یہ کافی عرصے سے معاشرے کے ساتھ ساتھ چلتا آ رہا ہے۔ اس کی رفتار وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی۔ غربت کی وجہ سے لوگ اس قابل نہیں کہ وہ مناسب تعلیم، مہارت اور ٹریننگ خود حاصل کر سکیں یا اپنے بچوں کو دلوا سکیں۔

> ''آئی ایم ایف کے مطابق پاکستان میں غربت کی وجہ سے 22% گھریلو افراد کو ناکافی خوراک ملتی ہے۔ 46% بچے جن کی عمریں پانچ سے کم ہیں۔ ایسی بیماریوں میں مبتلا ہیں جو غیر متوازن غذا سے پیدا ہوتی ہیں۔ غریب گھریلو افراد کی آمدنیاں اوسطا 75 ڈالر سالانہ ہیں۔ ایسے خاندان کا تناسب کوئی 62% کے قریب ہے۔ دیہاتوں میں شدید نوعیت کی غربت پائی جاتی ہے۔ 30% آبادی انتہائی غربت میں زندگی گزار رہی ہے۔ ایسے تاثرات ورلڈ بینک رپورٹ 1994ء سے ملتے ہیں''(۹)۔

غربت سے پیدا ہونے والے اثرات انسان کی نفسیاتی صحت پر اثر انداز ہو کر اس کے مزاج میں تنگ دلی، چڑچڑا پن اور غم وغصہ پیدا کر دیتے ہیں جو اس کی قوت کار کو کم کر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے معاشی طور پر کمزور کردیتے ہیں۔

"کسی غریب اور تنگ دست کو اس کی بدحالی اور محرومی بعض دینی معاملات میں غیر شریفانہ اور اخلاق سے گرا ہوا رویہ اختیار کرنے پر مجبور کردیتی ہے اور پیٹ کی مار آدمی کے ضمیر کو سلادیتی ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ "معدے کی آواز ضمیر کی آواز سے زیادہ طاقتور ہے" (۱۰)۔

غربت انسان کو کہیں چوری کرنے پر مجبور کرتی ہے، کہیں اہل وعیال کے لیے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ کہیں دغابازی اور خیانت ہوتی ہے۔ غربت انسان کو فسق وفجور کا مرتکب اور بداعمالیوں کا منبع اور مصدر بنادیتا ہے۔ غربت وافلاس اور ناداری ومحرومی اور اقتصادی بے بسی اور بے چارگی معاشرے میں امن کے لئے نہایت خطرناک ہے کیوں کہ غربت انسانی کرامت وشرف کو برباد بلکہ خطرہ ایمان واخلاق اور امن عامہ ہے۔

۵۔ حرص وہوس:

افراط زر کی وجہ سے پیدا ہونے والی بدامنی کی لہر نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے افراط زر کی وجہ سے مخصوص طبقے نے سارے ملک کی معیشت کو ایک نئے رخ پر چلالیا ہے، مخصوص لوگوں کا مخصوص طبقہ جن کی ملکیت میں اہم وسائل یا خوراک کی اشیاء ہوتی ہیں، وہ ان میں ردبدل کر کے ان میں بے ایمانی اور بددیانتی کر کے اتنی دولت کما لیتے ہیں کہ وہ ان سے سنبھالنی مشکل ہوجاتی ہے۔ جب ہر طرف دولت کی ریل پیل ہوگی تو انسان کس طرح سے اپنے آپ کو سنبھال سکے گا کہ وہ ناجائز اسراف نہ کرے۔ اس وجہ سے ملک میں دولت کی تقسیم میں بھی سخت ناہمواری پیدا ہوتی ہے۔ افراط زر ایک ایسا رویہ ہے جو کسی ماحول اور حدود کا پابند نہیں جب کہ ہمارا معاشرہ چند حدود وقیود کا پابند ہے۔ افراط زر کا رجحان نہ صرف عقلی ارتقاء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی راہ میں رکاوٹ ہے بلکہ شریف، کمزور اور نرم خو شخص کو اندر سے تباہ کر دیتا ہے اور معاشرے میں اس کے نقصانات لاتعداد ہیں۔ اس کی وجہ سے ضروریات زندگی کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔عوام قوت خرید نہ ہونے کے باعث ضروریات کی خرید سے عاجز ہو جاتے ہیں۔لہذا وہ غربت وافلاس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔صرف ایک قلیل طبقہ اس وجہ سے خوشحال ہوتا ہے لیکن عوام کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔اقتصادی حالت ناہموار ہو جاتی ہے کیوں کہ چند ایک کے پاس دولت کے ڈھیر لگ جاتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں انسان معمولی ضروریات زندگی کو ترستے ہیں۔افراط زر بہت سی برائیوں کا مجموعہ ہے کیوں کہ جب انسان کے آگے کھلا پیسہ ہوتو وہ اس سے جو چاہے کر سکتا ہے۔نتیجتاً وہ ہمیشہ ایسے راستے کا انتخاب کرتا ہے جو اسراف پر مبنی ہوتا ہے۔عیش پرستی کا روگ اسے لگ جاتا ہے اور وہ اندرونی طور پر تباہ برباد ہو جاتا ہے اور پھر اسے عمومی مفاد کا خصوصاً دوسرے لوگوں کے مفاد کا خیال نہیں رہتا۔

افراط زر کی کیفیات حرص وہوس کو جنم دیتی ہیں کیوں کہ مالدار زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی غرض میں لگا رہتا ہے جب دولت کسی کے پاس آجائے تو پھر وہ اس فکر میں لگ جاتا ہے کہ مزید کس طرح سے حاصل کی جائے۔اس طرح مالدار شخص اپنے مال کے زور سے کم مالدار لوگوں کے وسائل بھی کھینچ لیتا ہے تا کہ جتنی بھی آمدنی ہو اسے مزید نفع آور کاموں میں لگا کر جائز و ناجائز ہر طریقے سے مزید مال حاصل کر سکے اور منافع کو جمع کرتا جائے۔اس طرح اسباب معاش روز بروز کم اور محدود حصہ آبادی کے پاس سمٹتے چلے جاتے ہیں۔اصلی ضروریات سے زائد جو وسائل معیشت اگر کسی انسان کے قبضہ میں آگئے تو وہ اپنی حرص وہوس کی تسکین کے لئے ان کو جمع کرتا جائے گا اور اس طرح انسان معاشی حیوان بن جاتا ہے اور اس کے نتائج نہایت ہی ہولناک نکلتے ہیں کہ ان کا صحیح تخمینہ لگانا بھی مشکل ہے۔

ارشاد ربانی ہے :

﴿ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالا وعددہ یحسب ان مالہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخلده کلالینبذن فی الحطمة﴾ (۱۱)۔

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لیے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور طعنہ دینے والا ہو۔ جو (غایت حرص وحب سے) مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو۔ وہ خیال کرر ہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔ ہرگز نہیں وہ شخص آگ میں ڈالا جائے گا۔

انسان طبعاً لالچی اور دنیا کا حریص ہے۔ وہ دنیاوی مال ومتاع سے کبھی سیر نہیں ہوتا، حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ اگر ابن آدم کو سونے کی دو وادیاں بھی مل جائیں تو وہ تیسری کی خواہش کرے گا، اور اگر تیسری بھی مل جائے تو پھر اگلی کی خواہش کرے گا اور یہ حرص وہوس کا سلسلہ اس کے زیر خاک جانے سے ہی ختم ہوگا اور پھر اس دولت پر غرور وتکبر کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور انسان زمین پر اکڑ اکڑ کر چلنا شروع کر دیتا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں نہ جاوے گا وہ شخص جس کے دل میں رتی برابر غرور ہو'' (۱۲)۔

اسی طرح دولت کی مزید ہوس کے متعلق حدیث نبوی ﷺ ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عنقریب تم لوگ امارت پر حرص کرو گے اور قیامت میں ندامت ہوگی'' (۱۳)۔

یہ ایک ایسی خواہش نفسانی ہے کہ اس میں دوسروں کا احساس تک نہیں ہوتا حالانکہ اگر زیادہ دولت مل جائے تو چاہیئے کہ غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرے۔ انھیں بھی اس دولت میں سے کچھ حصہ دے مگر غریب فاقوں سے مر رہے ہوتے ہیں۔ یتیم کسمپرسی کی حالت میں پڑے ہوتے ہیں اور بیوائیں مصیبت کا شکار ہوتی ہیں مگر حرص وہوس کا مارا ہوا انسان یہی چاہتا ہے کہ اس کے پاس زیادہ دولت جمع ہو جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارشاد ربانی ہے:

﴿ولا تحسبن الذین یبخلون بما آتاھم اللہ من فضلہ ھو خیرالھم بل ھو شرلھم﴾ (۱۴)۔

ترجمہ: اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالی نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت بری ہے۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿والذین یکنزون الذھب والفضة ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم﴾ (۱۵)۔

ترجمہ: اور (غایت حرص سے) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ﷺ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔

یہ حرص وہوس کی انسانی فطرت انسانی عقل کو، اس کے سکون کو اور اسی طرح کی زندگی کے تحفظ اور امن وامان کو غارت کر دیتی ہے۔ یہ فطرت انسان میں خودغرضی کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے جس میں انسان کا اپنا مفاد ہی اسے نظر آتا ہے اور ہمیشہ اپنی غرض کے لیے سوچتا ہے اور کام کرتا ہے۔

مولانا عبید اللہ سندھی اس بارے میں لکھتے ہیں:

"نفسا نفسی کا معاملہ ہوتا ہے ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنا پیٹ بھرے اپنی خواہشات کو پورا کرے خواہ ہمسایہ فاقوں کے مارے مرتا جائے" (۱۶)

اس کیفیت کے بعد لازمی بات ہے کہ معاشرے میں جو صورت حال پیدا ہوگی وہ یقیناً امن کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۔حلال وحرام کی تمیز نہ رکھنا:

کسب معاش میں حلال وحرام کی تمیز نہ رکھنا امن کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی مترادف ہے۔حلال وحرام کا تصور صرف چند امور تک محدود نہیں رہتا بلکہ یہ انسان کی انفرادی اوراجتماعی زندگی کے ہر گوشہ پر محیط ہے اور یہ محض عارضی نہیں بلکہ مستقل اوردائمی ہے۔

''انسان دنیا کی محبت میں پڑ کر برے بھلے کی تمیز مٹادیتا ہے اور حرام وحلال کا فرق مٹادیتا ہے ۔دنیاداری نبھانے کے لیے ہی اسے مال ودولت ودیگر ضروریات زندگی سے سابقہ پڑتا ہے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور اپنے آپ کو امیر کبیر ثابت کرنے کے لئے انسان رزق حلال کی راہ سے ہٹ کر کسب حرام کی طرف چلتا ہے اور ایسا چلا جاتا ہے کہ اسے واپسی کی راہ نہیں سجھائی دیتی ہے۔جب حرام مال بدستور اس کے پیٹ میں پڑتا رہتا ہے تو اس کے دل میں سیاہی اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔دنیا کی محبت غالب آجاتی ہے اور احکام خداوندی کو وہ پس پشت ڈال کر صرف مال وزر بنانے کی طرف راغب ہوجاتا ہے اور یہیں سے وہ رزق حرام کے اتھاہ اندھیروں میں گم ہوجاتا ہے جہاں سے واپسی کی کوئی راہ اسے نظر نہیں آتی''(۱۷)۔

حلال وحرام کے فرق کو مٹا کر دولت کمانے کے لئے لوگ کیا کچھ نہیں کرتے اور اس کے لئے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس کا اثر ان پر کیا پڑ رہا ہے۔بعض دفعہ انسان دولت کمانا چاہتا ہے مگر وہ محنت نہیں کرنا چاہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کسب معاش میں وہ حلال وحرام کے فرق کو مٹا ڈالتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

﴿یا ایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا﴾ (۱۸)۔

ترجمہ: اے لوگو! اس میں جو زمین میں ہے حلال اور طیب کھاؤ۔

مگر انسان ایک دم سے امیر اور دولت مند بننے کے چکر میں حلال اور حرام اور ناپاک میں فرق بھول جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے کاروبار ایجاد ہو گئے ہیں جن کی بدولت انسان جلد امیر بن جاتا ہے مگر یہ حرام کاروبار ہیں۔

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

''راتوں رات امیر بننے کی خواہش نے ایسے کاروبار پیدا کر دیئے ہیں جن کی بدولت لوگ محنت سے کتراتے ہیں اور تھوڑی دولت والے اس قسم کے کاروبار کے ذریعے سے بے انتہا دولت کے مالک بننا چاہتے ہیں'' (۱۹)

صرف دولت، پیدائش دولت میں حرام کی کئی صورتیں ہیں حرام اور ممنوعہ اشیاء کی تیاری اور خرید و فروخت، رشوت، خیانت، دھوکہ، فریب، جھوٹ، چوری، سود، عصمت فروشی۔ بت فروشی، اشاعت فواحش، ظلم و جبر، غرور و تکبر، توہم پرستانہ دھندے، اجارہ دارانہ استحصال، احتکار، غبن، نمود و نمائش، شراب، سامان لہو و لعب وغیرہ۔

''وہ جو انسان کے سفلی جذبات کو ابھاریں کچھ ایسے کام ہیں جن پر معاوضہ تو لیا جائے مگر وہ معاوضہ نہ سمجھا جائے مثلاً تعویذات وغیرہ کا کاروبار جن کا بیچنے والا بچوں اور جاہل لوگوں کو دھوکہ سے یہ کہتا ہے کہ یہ تعویذات مختلف امراض کا مداوا ہیں۔ یہ فال نکالنے والے ۔۔۔۔''
(۲۰)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''ایک وہ طبقہ ہے جو خواب دیکھتا ہے محلوں کی اور محنت اتنی بھی نہیں کرتا کہ بھونس کی جھونپڑی تیار کر سکے۔ کام سے جان چراتا ہے اور خواہش یہ رکھتا ہے کہ دولت اس کے گھر کی لونڈی ہو۔ وہ جس طرح چاہے دادعیش دے۔ اس کی آمدنی کے جائز ذرائع اس کی خواہشوں کو پورا نہیں کر سکتے تو وہ ناجائز ذرائع سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کی جیبوں پر ہاتھ مارتا ہے۔ شریف اور محنت کش شہریوں کے گھروں میں نقب لگا کر ان کی گاڑھی کمائی کا اثاثہ اڑا لیتا ہے۔ جسارت کرتا ہے تو ہم جنسوں کی ٹولی بنا کر ڈاکے ڈالتا ہے''(۲۱)۔

''جب کسی چیز کی محبت اور فکر جدا ہو جاتی ہے تو اس کو حاصل کرنے کے واسطے ہر جائز و ناجائز طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ لہذا جس کو مال و دولت کی محبت اور فکر پیدا ہو جاوے تو وہ ظلم سے غصب سے رشوت سے دھوکہ سے خیانت سے سود اور قمار سے جوا سے ہر طرح سے کوشش کرے گا کہ شیءِ محبوب کو حاصل کرے۔ آج کل بازاروں دکانوں میں دفتروں میں یہی ہو رہا ہے جہاں جاوے رشوت چوری ظلم خیانت دھوکہ وغیرہ کا بازار گرم ہے''(۲۲)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی وحوالہ جات

۱۔ باقر الصدر،محمد سید علامہ ''اقتصادنا''

مترجم علامہ سید ذیشان حیدر جوادی کرراروی ''ہمارے اقتصادیات''ص ۱۰،مکتبہ تعمیرادب لاہور ۱۹۷۱۔

۲۔ لسٹ فریدرش ''معاشیات قومی''ص ۲۹۱

۳۔ گیلانی اسعد سید''اسلامی طرز حیات'' ص ۱۴۸،فیروزسنز لمیٹیڈ لاہور ۱۹۸۹

۴۔ مودودی ابوالاعلی سید''معاشیات اسلام'' ص ۴۵۔۴۴ اسلامک پبلیشرز لیمٹیڈ لاہور ۱۹۸۸۔

۵۔ لودھیانوی احمد بشیر شیخ ''ارتفاقات معاشیہ'' ص ۱۷۹، ادارہ الحکمۃ الاسلامیہ لاہور۔

۶۔ مودودی''معاشیات اسلام''ص ۱۴۹۔

۷۔ القرضاوی یوسف،ڈاکٹر''اسلام اور معاشی تحفظ''ص ۱۶۔

مترجم عبدالحمید صدیقی البدر پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۰۔

۸۔ جعفری ، ایس ، بی ،اے''پریس ریویو' روزنامہ کائنات اسلام آباد ۲ اگست ۱۹۹۹۔

۹۔ شاہ حمید،اے،''معاشی منصوبہ بندی''ص ۵۶۰ علمی کتب خانہ لاہور ۱۹۹۸۔

۱۰۔ قادری ، رسول طاہر''اسلام کا نظام کفالت'' ص ۱۸، البدر پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۰۔

۱۱۔ سورۃ الھمزہ آیت ۱۔۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۲۔ مسلم بن الحجاج، امام م ''صحیح مسلم'' جلد اول کتاب الایمان ص ۱۲۴۔
مترجمہ علامہ وحید الزمان خان، حذیفہ اکیڈمی لاہور ۲۰۰۱۔

۱۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ ''تجرید البخاری'' جلد دوم کتاب الاحکام ص ۷۶۰۔
مترجم: علامہ حسین بن مبارک زبیدی، دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۱۔

۱۴۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۰۔

۱۵۔ سورۃ التوبۃ آیت ۳۴۔

۱۶۔ سندھی عبیداللہ مولانا ''شعور و آگہی'' ص ۳۵ مرتب سید مطلوب علی زیدی، مکی، دار الکتب لاہور ۱۹۹۵۔

۱۷۔ دانش فاروق محمد۔ مضمون ''رزق حلال کی اہمیت'' روزنامہ جنگ لاہور ص ۵، ۲۶ جولائی ۲۰۰۲۔

۱۸۔ سورہ البقرہ آیت ۱۶۸۔

۱۹۔ شاہ ولی اللہ قطب الدین ''حجۃ اللہ البالغۃ'' جلد دوم ص ۳۱۷۔
مترجم: مولانا عبدالرحیم قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۹۱۔

۲۰۔ القرضاوی، یوسف، ڈاکٹر ''اسلام اور معاشی تحفظ'' ص ۵۰۔۴۹۔

۲۱۔ میاں محمد، سید مولانا 'دور حاضر کے سیاسی اور اقتصادی مسائل اور اسلامی تعلیمات واشارات'' ص ۶۷، مکتبہ قاسمیہ لاہور ۱۹۸۳۔

۲۲۔ چاٹگامی عبدالسلام محمد مفتی ''اسلامی معیشت کے بنیادی اصول'' ص ۱۱۷، اسلامی کتب خانہ کراچی۔

© rasailojaraid.com